کتاب الذخائر والتحف

اپنے موضوع کی پہلی مکمل تصنیف
عربوں کی بیداری کا ایک اور ثبوت

(از مولوی خالد کمال صاحب مبارکپوری)

اس وقت عرب ممالک میں خود اعتمادی اور بیداری کا جو جذبہ پایا جاتا ہے اس کے پیش نظر ہم بخوبی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عرب بہت جلد دنیا میں پھر اپنا وہی مقام حاصل کرلیں گے، جو کسی زمانے میں انھیں حاصل تھا۔ ابھی کے دن ہوئے جب عرب بالکل منتشر تھے۔ اور ان کی کوئی تنظیم نہیں تھی۔ ذلت و خواری کے گڑھے میں بے بس پڑے تھے۔ اور استعماریت کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ اپنی خانہ جنگیوں میں الجھے رہیں، اور اسم بالت کے نام پر ان پر قابض رہیں۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ میدان کا شہسوار جب کبھی گر جاتا ہے تو پہلے سے زیادہ عظمت و شان سے کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس کو ایک غیر معمولی جوش آجاتا ہے۔ جو مقابل کے لئے بہت صبر آزما ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ہم نے دیکھ لیا کہ ان حریت پسندوں نے جب آزادی کا نعرہ بلند کیا تھا تو ایشیا و افریقہ اور مغرب کے عرب ممالک کو آزاد کرا کے ہی دم لیا۔ اور جب استعماریت کے چنگل سے نکلے تو نہ صرف نکلے بلکہ اس کے ناخن درندہ کو بھی اپنے جوش جواں مردی سے خون چکیدہ کر دیا۔ اور پھر اپنے جذبۂ خود اعتمادی کا علم موروثی لے کر مایوسی کے میدان میں امیدوں کی بجلی چمکا دی۔ یہی وجہ ہے کہ آج پھر لیبیا، مراکش، سسلی اور افریقہ کے ریگستانوں میں اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔ مدت سے غلامی کے چنگل میں پھنسے ہوئے عربوں میں آزادی کا نغمہ گایا جانے لگا۔ موجودہ مسائل کو ماضی کے علم و تجربہ میں حل کیا جانے لگا۔ دونوں میں ہم آہنگی کی تدابیر نکالی گئیں۔ اقتصادیات و معاشیات اور سیاسیات کے مسائل کو اپنی قدیم و جدید علمیت کی روشنی میں نہ صرف حل کیا گیا بلکہ دوسروں کو بھی اس کامیاب عمل سے آگاہ کیا گیا۔ اس غیر معمولی اور اہم کارنامے کو انجام دینے کے لئے قدیم و جدید علمی و تاریخی ماخذ کو کھنگالا گیا۔ ان کو تاریکیوں سے نکال نکال کر روشنی میں لایا گیا اور دنیا کو اس سے باخبر کیا۔ اور ہمارے جن آبائی ورثے کو ہمارے خلاف استعمال کیا گیا تھا ان کو جائز مقام میں استعمال کرنے کی سعی مشکور کی گئی۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی عرب کی ایک چھوٹی سی ریاست کویت میں "دائرۃ المطبوعات والنشر" کی صورت میں نمودار ہوئی جس کا مقصد عربوں کی علمی وراثت کو تلاش کر کے منظر عام پر لانا اور دنیا کو اس سے روشناس کرانا ہے۔

اس ادارہ کی پہلی پیش کش کتاب الذخائر والتحف کے ابتداء میں مدیر نے "فاتحۃ السلسلۃ" کے عنوان سے اپنے مقصد کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

"عربوں کی علمی وراثت جس کو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیا تھا اتنی زیادہ اور مفید ہیں کہ ان سے مشرق و مغرب کے تمام کتب خانے بھرے پڑے ہیں۔ یہ موروثی علمیت اپنے اندر عربوں کی تہذیب و ثقافت کا ایک بحر بے پایاں لئے ہوئے ہے جو قرون ماضیہ میں انسانیت کا معلم کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ علمی وراثت گردش زمانہ کے ہاتھوں

تباہ ہو کر ہم سے دور ہو گئی۔ اور خود ہم نے کبھی کنارہ کشی اختیار کی اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اس سے نابلد ہو گئے اور اس کے ساتھ ساتھ ماضی کی روایات کو بھی بھلا بیٹھے لہٰذا اب جبکہ فضا ہمارے موافق ہو رہی ہے ہم پر ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کو لوٹ لائیں اور اس کی تہذیب و ترتیب کے ساتھ شائع کریں۔ ان ہی وجوہات کے پیش نظر ادارہ "المطبوعات والنشر" کا قیام عمل میں آیا ہے۔ تاکہ وہ ہماری علمی کتابوں کو جمع کر کے شائع کرے یہ کتاب الذخائر والتحف ہمارے اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے جو سلطانوں کی سب سے نادر و نایاب تصنیف ہو۔ اس سے ہماری گزشتہ تہذیب و تمدن کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں ہم نے جامعہ دول العربیہ کے مدیر مخطوطات استاذ ڈاکٹر صلاح الدین منجد کی خدمات حاصل کی ہیں اور آئندہ کتابوں کی تلاش اور تحقیق کے لیے علماء کبار اور محققین کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔ ہمارا یہ اقدام عرب بیداری اور علمی ترقی کے لیے خشت اول ثابت ہوگا۔"

اسی کتاب پر تصدیر و تقریظ لکھتے ہوئے استاذ ڈاکٹر صلاح الدین منجد اس علمی وراثت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"اس علمی وراثت کو قابل انتفاع بنانے اور ان کو جمع کرنے میں میں نے دس سال کی محنت صرف کی معہد مخطوطات کے قیام سے لے کر اب تک جتنی ثقافتی خدمات ہوئی ہیں ان میں یہ خدمت سب سے نفع مند ثابت ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ اس قلیل مدت میں یہ ادارہ قدیم عربی کتب پر ریسرچ کرنے والوں کا مرکز بن گیا اس عظیم ترقی کے باوجود اس ادارے کو ابھی اپنی پہلی ہی منزل میں شمار کرنا چاہئے۔ کیوں کہ ہماری علمی وراثت جو بہ صورت کتب موجود ہے لاکھوں کی تعداد تک پہونچ جاتی ہے۔ اور ایک ادارے کے بس سے باہر ہے لہٰذا اب تمام عرب حکومتوں کو اس کی جانب توجہ دینی چاہئے اور اسکی اشاعت وطباعت کے لئے اپنے اپنے خزانے اسی طرح کھول دینے چاہئیں جس طرح دوسری مادی ضرورتوں کے لیئے کھولے رکھا جاتا ہے۔ کیوں کہ صرف مادی ضروریات کی کفالت ہی ہمارے لیے کافی نہیں بلکہ ماضی اور حاضر کی بھی درکار ہے۔ اس طرح ماضی پر مستقبل کی بنیاد رکھنا ہمارے لیئے آسان ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں اس ادارے کا قیام ایک عظیم کارنامہ ہے جس کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔ اس تحریک کا مقصد ہے عربی تہذیب و تمدن کا تحفظ اور ان کتابوں کی اشاعت جو درس و تدریس اور اسلامی ثقافت پر ریسرچ کے لیئے ضروری ہیں۔"

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"یہ کتاب نادر و نایاب ہے، اس موضوع پر ہمارے مصنفین نے بہت کم خامہ فرسائی کی ہے اور یہ کتاب دو اہم مضامین پر مشتمل ہے، پہلا مضمون اسلامی تہذیب و تمدن کا آئینہ دار ہے جو خلفاء سے لیکر عوام تک کے ذخائر خزینے۔ تحائف اور ان کی دعوتوں کی شان و شوکت پر مشتمل ہے۔ دوسرا مضمون یورپ اور ہندوستان کے بادشاہوں کے تعلقات کا حامل ہے جو ان کے آپس کی خط و کتابت اور ہدیہ و تحائف کی صورت میں پائے جاتے ہیں گویا یہ کتاب ایک حیثیت سے عربی تہذیب و تمدن، اسلامی اقتصادی و فنی اور علمی سواد کی حامی و حامل ہے اور دوسری حیثیت سے اسلام اور ملک عرب کی شان و شوکت کی آئینہ دار ہے۔"

آپ یہ سن کر ضرور مسرت محسوس کریں گے کہ ہمارا ہندوستان اس عظیم علمی خدمت میں پیچھے نہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کرۂ ہندوستان ہی کے محور پر گھوم رہا ہے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ یعنی ہندوستان کے ایک مایۂ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ نے ہی اس کی تحقیق و تحشی کی ہے۔ درآں حالیکہ اس کا کوئی دوسرا نسخہ مقابلہ کرنے کے لیے نہیں تھا۔ اس کام کی عظمت کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تعلق اور تحقیق کا کام کرتے ہیں۔ اگر ہم ہندی ہونے کے سبب اپنے دل میں ڈاکٹر صاحب کی عظمت کما حقہ پیدا نہ کر سکیں تو ڈاکٹر صلاح الدین

بسنجیدہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"اس کتاب کے محشی و محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہیں جو ان عظیم علماء میں سے ہیں جنہوں نے عرب اور اسلام کے محاسن ظاہر کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ مجموعہ ان کی تصنیف اور تالیفات، مقالات و تحریر سب اسی نیک کام کے لئے وقف ہیں۔ آپ تقریباً دس مشرقی و مغربی زبانوں کے ماہر ہیں، ایک حقیقی استاذ ہیں جنہوں نے ہندوستان، البانیہ، فرانس، اور ترکی کی یونیورسٹیوں میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور تصنیف "الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلفاء الراشدین" کو رجوع خلائق بنا دیا ہے اس کے علاوہ بلاذری کی شہرہ آفاق تصنیف "انساب الاشراف" کی تحقیق و تحشیہ کی جس کو جامعہ دول العربیہ نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح آپ نے دینوری کی کتاب النبات کے بھی کچھ حصوں پر کام کیا ہے۔ غرض ڈاکٹر موصوف کی ذات لغات کا ایک نایاب خزانہ ہے۔"

یہاں پہونچ کر ڈاکٹر صاحب کی ذات اور ان کی صلاحیتوں کو بلے اختیار سراہنے کو جی چاہنے لگتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسی کتاب پر تعلیق و تحقیق کا بیڑا اٹھایا ہے جو بالکل نادر و نایاب ہونے کے ساتھ غیر معروف اور اس کے نام میں جگہ جگہ اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ خود صاحب کتاب کا نام بھی پردۂ خفا میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے ذمہ یہ خدمت سپرد کر کے ان کا علمی امتحان لیا جا رہا ہے۔ اور وہ اپنے اس امتحان میں سو فیصدی کامیاب ہیں۔ چنانچہ وہ خود مقدمہ کی ابتدا انہیں الفاظ سے کرتے ہیں کہ:-

"اس کتاب کا صرف یہی ایک نسخہ اب تک دریافت ہو سکا ہے جو ترکی کے ایک شہر "افیون قرہ حصار" کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ کاتب نے اس کتاب کا عنوان "کتاب الذخائر والتحف" وما کان بالقصر من ذالک وھو کتاب ملیح مفید فی بابہ لکھا ہے اور اس کے نیچے باریک خط سے یہ عبارت درج ہے "بخط المولیٰ ابراھیم بن محمد بن آیدمر العلائی الشہیر بابن دقماق رحمہ اللہ" گویا یہ تحریر ابن دقماق کی وفات ۸۰۹ھ کے بعد کی ہے۔"

مؤلف کا نام کتب خانہ افیون قرہ حصار کے مدون نے شیخ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ بن حسن اوحدی نوی شافعی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ پوری کتاب میں کہیں بھی مصنف کا نام نہیں ہے۔ مدون فہرست نے یہ نام غالباً اس لئے درج کیا ہے کہ کتاب کے آخر میں کچھ زیادتی پائی جاتی ہے اور شروع میں بھی کتاب الصلات والتحف کے علاوہ کچھ زیادتی موجود ہے۔ جس کو شہاب الدین احمد بن عبد اللہ بن حسن اوحدی مقری شافعی نے اس کتاب میں ملا دیا ہے۔

غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں مدون فہرست کا استنباط صحیح یوں معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے یہ کتاب قاضی رشید الحسن ابو الحسن احمد بن قاضی رشید بن زبیر کی کتاب الذخائر والتحف کا انتخاب ہو جس کو اوحدی نے منتخب کیا ہو۔"

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس دعوے کی دلیل میں اپنی علمی مہارت کی پوری مشینری حرکت میں لا دی اور اس وسعت بیان سے اپنی بات منوالی کہ ذہن پر ان کی علمیت کا رعب چھا جاتا ہے چنانچہ انہوں نے اوحدی اور ان کے معاصرین کی ایک فہرست تیار کی جن میں خود اوحدی متوفی ۸۱۱ھ ابن دقماق (زیر نظر کتاب کا کاتب) متوفی ۸۰۹ھ جو غزولی متوفی ۸۱۵ھ اور مقریزی متوفی ۸۴۶ھ کا نام درج ہے۔ اور موخر الذکر دو مورخین کو کتاب کا نام اور مصنف کا نام معلوم کرنے کے لئے متعین کیا ہے چنانچہ غزولی کی تالیف "مطالع البدور فی منازل السرور" میں آکر مگر اس کتاب سے اقتباس کیا ہے جن میں اکثر اس کتاب میں موجود ہیں۔ اور مقریزی کی شہرہ آفاق کتاب الخطط والآثار میں اس کتاب کے نو اقتباس شمار کرائے ہیں۔ مقریزی کے بھی اکثر اقتباس اس کتاب میں موجود ہیں۔ جو موجود نہیں ہیں وہ بہت کم ہیں اب دونوں کو سامنے رکھ کر کس آسانی سے یہ دعویٰ ثابت کر دیا کہ یہ کتاب کامل و مکمل نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر مکمل ہوتی تو ان دونوں کے دیئے ہوئے اقتباسات ہو بہو اس کتاب میں موجود ہوتے۔ حالاں کہ کچھ اقتباسات نہیں پائے جاتے۔ اس کے بعد یہ نتیجہ نکالنا کتنا آسان ہو گیا کہ یہ کتاب اوحدی نے اس کتاب سے منتخب کر کے

مرتب کی ہے۔ چونکہ کتاب الذخائر والتحف کا دوسرا کوئی نسخہ دنیا میں موجود نہیں ہے اس لیئے ڈاکٹر صاحب نے اس کی تلافی اور تشکیل و تکمیل کی صورت یہ بتلائی کہ ان دونوں غزولی اور مقریزی کی کتابوں سے ضائع شدہ حصہ کو اخذ کیا جائے۔

اس پوری بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب اپنا خیال ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں۔

"غزولی جہاں تذکرہ کرتا ہے تو اسے کتاب العجائب والطرف یا الظرف والہدایا والتحف" کا نام دیتا ہے۔ اور جب تخفیف کرتا ہے تو صرف "العجائب والطرف یا الظرف" کہتا ہے لیکن علامہ مقریزی اسے دوسرا نام دیتے ہیں اور وہ اس کا نام "کتاب الذخائر والتحف" یا تخفیف کرکے صرف "الذخائر" رکھتے ہیں۔ یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ اس قلمی نسخہ کے پہلے صفحہ پر "الذخائر والتحف" ہے اور اس کے آخر میں "الطعن یا والتحف" ہے اور دونوں کا خط ایک ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ ایک ہی کتاب کے یہ دو نام ہیں۔"

اس کتاب کے چند اہم ابواب یہ ہیں۔

۱۔ هدایا الملوک وکبار الامراء از ص۳ تا ص۸۸

۲۔ الولائم المشہودہ از ۸۹ رر ۱۱۰

۳۔ الاعذالات والعن اثات از ۱۱۱ رر ۱۵۳

۴۔ الایام المشہورۃ والاجتماعات از ۱۲۷ رر ۱۵۳

۵۔ الغرائب الموجودات والذخائر المصونات از ۱۵۵ رر ۱۹۹

۶۔ التّرک الموروثات از ۲۰۱ رر ۲۴۳

۷۔ المغانم فی الفتوحات از ۲۴۵ رر ۲۴۸

۸۔ النفقات از ۲۴۹ رر ۲۶۳

آخر میں ڈاکٹر صاحب نے اس زیادتی کو کتاب میں شامل کر لیا ہے جو اوحدی نے اس کتاب میں اپنی طرف سے کی تھی۔ یہ تتمہ صفحہ ۲۶۵ سے ص۲۶۹ تک ۵ صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح اصل کتاب ۲۶۹ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ۲۷۳ سے مختلف قسم کی فہرستیں ہیں جو ۳۶۷ تک ۹۴ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان فہرستوں میں پہلی فہرست اسماء و اعلام کی ہے جو ۲۷۳ سے لے کر ۳۱۵ تک ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے دوسری فہرست الفاظ الحضارۃ کے عنوان سے ۳۱۶ سے ۳۴۹ تک ۳۳ صفحوں میں پھیلی ہے۔ یہ فہرست اس حیثیت سے بہت مفید ہے کہ اس دور کے تہذیب و تمدن سے تعلق بہت سے الفاظ کی تشریح ہو جاتی ہے۔

تیسری فہرست موضوعات کتاب الذخائر والتحف کے عنوان سے ہے جس کو ہم کتاب کے مضامین کی فہرست کہہ سکتے ہیں۔ یہ فہرست ۳۵۰ سے شروع ہو کر ۳۶۲ پر ختم ہو جاتی ہے چوتھی فہرست "قوافی الابیات علی حروف التہجی" کے عنوان سے ص۳۶۳ سے ص۳۶۵ تک ہے۔ پانچویں فہرست ان کتابوں کی ہے جن کا مصنف نے اپنی تصنیف میں حوالہ دیا ہے یا تذکرہ کیا ہے۔ ایسی کتابوں کی تعداد ۲۲ بتائی گئی ہے۔

ان کے بعد آخر میں ملحق کے نام سے بعض ان چیزوں کی تصاویر دی گئی ہیں جو اسلامی تہذیب کی آئینہ دار ہیں۔ ان تصاویر میں زیورات، برتن، کپڑے اور تعمیرات کے بہترین نمونے پیش کیئے گئے ہیں۔ اور اکثر عہد فاطمی کی تصاویر ہیں جو قاہرہ کے میوزیم میں موجود ہیں۔ ہر صفحہ پر ایک تصویر ہے۔ اس طرح سولہ صفحات پر سولہ مختلف تصاویر ہیں۔ جن سے اسلامی تہذیب ترشح ہوتی ہے۔

مصنف کا نام بروایت غزولی قاضی رشید اور بزبان مقریزی قاضی مہذب ہے جس کی توضیح ڈاکٹر صاحب نے یوں کر دی ہے کہ رشید اور مہذب دونوں صفت ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی علم نہیں ہے۔

قاضی رشید (مہذب) ابوالحسین احمد بن الرشید بن القاضی الزبیر کا تذکرہ متداول کتابوں میں نہ ملتا لیکن خود یہ کتاب مصنف کے زمانہ اور ان کی سوانح پر کہیں کہیں روشنی ڈالتی ہے جیسے ڈاکٹر صاحب نے مدلل طور پر ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ مصنف کا زمانہ پانچویں صدی ہجری کا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس بات کی نشان دہی بھی کر دی ہے کہ مصنف نام اور سنہ کی تعیین میں کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے خاص کر ملوک کا نام

سے متعلق اس کی غلطیاں نمایاں اور عیاں ہیں۔

مصنف نے واقدی ابن سعد۔ بلاذری ابن حبیب۔ ابن قتیبہ، مسعودی ابن اثیر، اور ذہبی وغیرہم کے نقش پر حکایات و معلومات کو درج کتاب کیا ہے۔ مصنف سے پہلے کسی نے اس موضوع پر بہ طور فن کے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ مسعودی وغیرہ کی تصنیف میں ضمناً سلاطین اور ملوک کے ہدایا و خزائن وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ مسعودی کے ایک معاصر ابوبکر بن ہاشم خالدی شوخی سنہ ۳۸۰ھ نے کتاب التحف والہدایا نامی کتاب لکھی ہے جس کے چند نسخے استنبول اور مصر کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ لیکن اس کے دسویں باب میں صرف ملوک و سلاطین کے ہدایا و مراسلت کا معمولی ذکر ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب ادب پر ہے جس میں ہدایا سے متعلق اشعار بکھرے پڑے ہیں۔

ان دو امور کے پیش نظر مصنف کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ سلف کی تصانیف ہمارے پاس بہت کم موجود ہیں۔ اور اگر موجود بھی ہیں اور ان میں اس موضوع کے بارے میں کچھ چیزیں مل جاتی ہیں تو وہ دوسری تصانیف میں بکھری پڑی ہیں۔ لیکن قاضی رشید نے جن کتابوں سے اخذ و اقتباس کیا ہے وہ اکثر زمانہ کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گئی ہیں۔

غرض کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی اور مکمل کتاب ہے اور اس کی عظمت اس لیئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ کویت کی حکومت نے اس کو شائع کیا ہے۔ اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کی تعلیق و تحشی کی ہے۔ نیز اس کی کتابت و طباعت و اہتمام اور اس کے سفید و دبیز آرٹ پیپر کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ عنقریب کویت کی حکومت علم و معرفت میں موجودہ تمام اسلامی ریاستوں سے سبقت لے جائے گی۔